اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر)

ترجمہ: اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت کا علم رکھتے ہیں

علماءِ آخرت کی پہچان

"ماخوذ از فضائل صدقات"

مؤلفہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ

ایک ضروری گزارش

اس کتاب کو ای بُک بنانے میں ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ کوئی اللہ کا مخلص بندہ اس کو پڑھ کر ہدایت پا جائے اور ہمارے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

جن پبلشرز حضرات کی کتاب کو بغیر اُنکی اجازت کے ہم نے یہ کیا ہے ان سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اللہ کے لئے ہم کو معاف کر دیں، اللہ سے قوی امید ہے کہ انشاءاللہ قیامت میں آپ کو اس کا بدلہ آپ کی توقع سے زیادہ دیکر آپ کو خوش کر دے گا

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ ط (فاطر)

ترجمہ: اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت کا علم رکھتے ہیں

علماءِ آخرت کی پہچان

''ماخوذ از فضائل صدقات''

مؤلفہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ

علماءِ آخرت کی پہچان

۱۔ اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو۔

۲۔ اُس کے قول وفعل میں تعارض نہ ہو۔

۳۔ ایسے علوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنے والے ہوں۔

۴۔ کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہترائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔

۵۔ سلاطین اور حکّام سے دور رہو۔

۶۔ فتویٰ صادر کرنے میں جلدی نہ کرے۔

۷۔ اُس کو باطنی علم یعنی سلوک کا اہتمام بہت زیادہ ہو۔

۸۔ اُس کا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو۔

۹۔ اُس کی ہر حرکت وسکون سے اللہ جل شانہٗ کا خوف ٹپکتا ہو۔

۱۰۔ اُس کا زیادہ اہتمام اُن مسائل سے ہو جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۱۔ اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا ہو۔

۱۲۔ بدعات سے بہت شدّت اور اہتمام سے بچتا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقرب علمائے آخرت کی درج ذیل چند علامتیں ہیں۔

(۱) اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو:

عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کا، اُس کے کمینہ پن کا، اُس کے مکدّر ہونے کا، اُس کے جلد ختم ہونے کا اُس کو احساس ہو۔ آخرت کی عظمت، اُس کا ہمیشہ رہنا، اُس کی نعمتوں کی عمدگی کا احساس ہو۔ اور یہ بات اچھی طرح جانتا ہو کہ دنیا اور آخرت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، دو سوکنوں کی طرح ہیں، جونسی ایک کو راضی کرے گا دوسری خفا ہو جائے گی یہ دونوں ترازو کے دو پلڑوں کی طرح سے ہیں، جونسا ایک پلڑا جھکے گا دوسرا ہلکا ہو جائیگا۔ دونوں میں مشرق و مغرب کا فرق ہے، جونسے ایک سے قریب ہوگا دوسرے سے دور ہو جائے گا۔ جو شخص دنیا کی حقارت کا، اس کے گدلے پن کا اور اِس بات کا احساس نہیں کرتا کہ دنیا کی لذّتیں، دونوں جہاں کی تکلیفوں کے ساتھ منضم ہیں، وہ فاسد العقل ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ ان باتوں کا شاہد ہے کہ دنیا کی لذّتوں میں دنیا کی بھی تکلیف ہے اور آخرت کی تکلیف تو ہے ہی۔ پس جس شخص کو عقل ہی نہیں وہ عالم کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ جو شخص آخرت کی بڑائی اور اُس کے ہمیشہ رہنے کو بھی نہیں جانتا ہے وہ تو کافر ہے ایسا شخص کیسے عالم ہو سکتا ہے جس کو ایمان بھی نصیب نہ ہو؟ اور جو شخص دنیا اور آخرت کے، ایک دوسرے کی ضد ہونے کو نہیں جانتا اور دونوں

کے درمیان جمع کرنے کی طمع میں ہے، وہ ایسی چیز میں طمع کر رہا ہے جو طمع کرنے کی چیز نہیں ہے۔ وہ شخص تمام انبیاء کی شریعت سے ناواقف ہے اور جو شخص اِن سب چیزوں کو جاننے کے باوجود دنیا کو ترجیح دیتا ہے وہ شیطان کا قیدی ہے، جس کو شہوتوں نے ہلاک کر رکھا ہے اور بدبختی اس پر غالب ہے۔ جس کی یہ حالت ہو وہ علماء میں کیسے شمار ہوگا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو عالم دنیا کی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے، اُس کے ساتھ ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ، میں یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذّت سے اُس کو محروم کر دیتا ہوں (کہ میری یاد میں، دعا میں اس کو لذّت نہیں آتی) اَے داؤد! ایسے عالم کا حال نہ پوچھو جس پر دنیا کا نشہ سوار ہو کہ میری محبت سے تجھ کو دور کر دے ایسے لوگ ڈاکو ہیں۔ اے داؤد! جب تو کسی کو میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا۔ اے داؤد! جو شخص بھاگ کر میری طرف آتا ہے میں اُس کو جہبذ (حاذق سمجھدار) لکھ دیتا ہوں اور جس کو جہبذ لکھ دیتا ہوں اُس کو عذاب نہیں کرتا۔ یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ علم و حکمت سے جب دنیا طلب کی جائے تو اُن کی رونق جاتی رہتی ہے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ جب کسی عالم کو دیکھو کہ امراء کے یہاں پڑا رہتا ہے تو اُس کو چور سمجھو۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اپنے دین کے بارے میں اُس کو متّہم سمجھو۔ اس لئے کہ جس شخص کو جس سے محبت ہوتی ہے اُسی میں گُھسا کرتا ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو گناہ میں لذّت آتی ہو وہ اللہ کا عارف ہوسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں ذرا تردد نہیں کہ جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دے وہ عارف نہیں ہوسکتا، اور گناہ کرنے کا درجہ تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ صرف مال کی محبت نہ ہونے سے آخرت کا عالم نہیں ہوتا، جاہ کا درجہ اور اُس کا نقصان مال سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

یعنی جتنی وعیدیں اُوپر دنیا کے ترجیح دینے کی اور اُس کی طلب کی گذری ہیں، اُن میں صرف مال کمانا ہی داخل نہیں، بلکہ جاہ کی طلب، مال کی طلب کی بہ نسبت زیادہ داخل ہے، اِس لئے کہ جاہ طلبی کا نقصان اور اس کی مضرت مال طلبی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(۲) اُس کے قول وفعل میں تعارض نہ ہو:

دوسری علامت یہ ہے کہ اس کے قول وفعل میں تعارض نہ ہو دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اُس پر عمل نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اَتَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتَابَ ط (بقرہ۔ ع ۵)۔ کیا غضب ہے کہ دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

حاتم اصمؒ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اُس عالم سے زیادہ حسرت والا کوئی نہ ہوگا جس کی وجہ سے دوسروں نے علم سیکھا اور اُس پر عمل کیا، وہ تو کامیاب ہو گئے اور وہ خود عمل نہ کرنے کی وجہ سے ناکام رہا۔ ابن سماکؒ کہتے ہیں کتنے شخص ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ کو بھولتے ہیں، دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہیں، دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ سے دور ہیں، دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے دس صحابۂ کرامؓ نے یہ مضمون بیان کیا کہ ہم لوگ قبا کی مسجد میں بیٹھے ہوئے علم حاصل کر رہے تھے، حضور (ﷺ) تشریف لائے اور فرمایا کہ جتنا چاہے علم حاصل کرلو، اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اجر بغیر عمل کے نہیں ملتا۔

(۳) ایسے علوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنے والے ہوں:

تیسری علامت یہ ہے کہ ایسے علوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنے والے ہوں نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنے والے ہوں، ایسے علوم سے احتراز کرے جن کا آخرت میں کوئی نفع نہیں ہے یا نفع کم ہے۔ ہم لوگ اپنی نادانی سے اُن کو بھی علم کہتے ہیں جن سے صرف

ہمارے حضرت دامت بر کاتہم کا شعر
محشر میں شیخ آئے اعمال نوارث ۔ جس مال کے وہ تاجر تھے وہ مال نوارث

دنیا کمانا مقصود ہو۔ حالانکہ وہ جہل مرکب ہے کہ ایسا شخص اپنے کو پڑھا لکھا سمجھنے لگتا ہے پھر اُس کو دین کے علوم سیکھنے کا اہتمام نہیں رہتا۔ جو شخص کچھ بھی پڑھا ہوا نہ ہو وہ کم سے کم اپنے آپ کو جاہل تو سمجھتا ہے، دین کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش تو کرتا ہے مگر جو اپنی جہالت کے باوجود اپنے کو عالم سمجھنے لگے وہ بڑے نقصان میں ہے۔

حاتم اصمؒ جو مشہور بزرگ اور حضرت شقیق بلخیؒ کے خاص شاگرد ہیں اُن سے ایک مرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتم کتنے دن سے تم میرے ساتھ ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا تینتیس برس سے۔ فرمانے لگے کہ اتنے دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتمؒ نے عرض کیا آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا انا لِلّٰہ وانّا الیہ راجعون اتنی طویل مدّت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے، میری تو عمر ہی تمہارے ساتھ ضائع ہوگئی۔ حاتمؒ نے عرض کیا حضور صرف آٹھ ہی سیکھے ہیں جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟ حاتمؒ نے عرض کیا:

۱- میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (بیوی سے، اولاد سے، مال سے، احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اُس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اِس لئے میں نے نیکیوں سے محبت کر لی تاکہ جب میں قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی ساتھ ہی جائے اور مرنے کے بعد بھی مجھ سے جدا نہ ہو۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا: بہت اچھا کیا۔

۲- میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن پاک میں دیکھا۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ الآیۃ (والنازعات ع ۲) ''اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے (آخرت میں) کھڑا ہونے سے ڈرا ہو گا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہو گا تو جنت اس کا ٹھکانا ہو گا''۔ میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے۔ میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا۔

۳- میں نے دنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے بہت محبوب ہوتی ہے وہ اُس کو اُٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا ہے، اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط (نحل۔ ع ۱۳)
"جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ختم ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مرجاؤ ہر حال میں وہ ختم ہوگا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے"۔
اِس آیتِ شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی میرے پاس ایسی کبھی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی وہ پسند زیادہ آئی وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دی تا کہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے۔

۴- میں نے ساری دنیا کو دیکھا کوئی شخص مال کی طرف (اپنی عزّت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے، کوئی حسب کی شرافت کی طرف کوئی اور فخر کی چیزوں کی طرف یعنی ان چیزوں کے ذریعہ سے اپنے اندر بڑائی پیدا کرتا ہے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا:
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات۔ ع ۲)
"اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"
اِس بناء پر میں نے تقویٰ اختیار کر لیا تا کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک شریف بن جاؤں۔

۵- میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، عیب جوئی کرتے ہیں، بُرا بھلا کہتے ہیں اور یہ سب کا سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر حسد آتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد دیکھا:
نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ۔ (زخرف۔ ع ۳)
"دنیوی زندگی میں اُن کی روزی ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے"۔
"اور (اِس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے تا کہ (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (سب کے سب برابر ایک ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے، کیوں نوکری کرے اور اس سے دنیا کا نظام خراب ہی ہو جائے گا)"

میں نے اِس آیتِ شریفہ کی وجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا، ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا اور میں نے جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے وہ جس کے حصہ میں، جتنا چاہے لگائے، اِس لئے لوگوں کی عداوت چھوڑ دی۔ اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس مال کے زیادہ یا کم ہونے میں اُن کے فعل کو زیادہ دخل نہیں ہے۔ یہ تو مالک الملک کی طرف سے ہے۔ اس لئے اب کسی پر غصّہ ہی نہیں آتا۔

۶- میں نے دنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے، کسی نہ کسی سے دشمنی ہے۔ میں نے غور کیا تو دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ط (فاطر۔ ع ۱)

''شیطان بے شبہ تمہارا دشمن ہے پس اس کے ساتھ دشمنی ہی رکھو (اس کو دوست نہ بناؤ)''

پس میں نے اپنی دشمنی کے لئے اُسی کو چُن لیا لیا اور اُس سے دور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں۔ اس لئے جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اُس کے دشمن ہونے کو فرما دیا تو میں نے اُس کے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹالی۔

۷- میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے، اُسی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (ھود۔ ع ۱)

''اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو''۔

میں نے دیکھا کہ میں بھی اُنہیں زمین پر چلنے والوں میں سے ایک ہوں جن کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس میں نے اپنے اوقات اُن چیزوں میں مشغول کر لئے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی اُس سے اپنے اوقات کو فارغ کر لیا۔

۸- میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی خاص ایسی چیز پر ہے جو خود

مخلوق ہے کوئی اپنی جائداد پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے، کوئی اپنی دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے، کوئی اپنے بدن کی صحت اور قوت پر (کہ جب چاہے جس طرح چاہے کمالونگا) اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کئے ہوئے ہے جو اُن کی طرح خود مخلوق ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ط (طلاق۔ع١)

"جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکّل (اور اعتماد) کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔"

اسلئے میں نے بس اللہ تعالیٰ پر توکّل اور بھروسہ کرلیا۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا کہ "حاتمؒ تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطا فرمائے، میں نے توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن عظیم کے علوم کو دیکھا، میں نے سارے خیر کے کام ان ہی آٹھ مسائل کے اندر پائے، پس جو ان آٹھوں پر عمل کرلے اُس نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کرلیا"۔ اس قسم کے علوم کو علمائے آخرت ہی پا سکتے ہیں اور دنیادار عالِم تو مال اور جاہ کے ہی حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

(۴) کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہترائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو:

چوتھی علامت علماء آخرت کی یہ ہے کہ کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہترائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ بلکہ ان چیزوں میں درمیانی رفتار اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اختیار کرے۔ اِن چیزوں میں جتنا کمی کی طرف اُس کا میلان بڑھے گا اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اُتنا ہی اُس کا قُرب بڑھتا جائے گا اور علمائے آخرت میں اُتنا ہی اُسکا درجہ بلند ہوتا جائیگا۔ اِن ہی شیخ ابو حاتمؒ کا ایک عجیب قصہ جس کو شیخ ابو عبداللہ خواصؒ جو شیخ ابو حاتمؒ کے شاگردوں میں ہیں نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ حاتمؒ کے ساتھ موضع رَیّ میں جو ایک جگہ کا نام ہے گیا، تین سو بیس آدمی ہمارے ساتھ تھے، ہم حج کے ارادہ سے جا رہے تھے سب متوکّلین کی جماعت تھی، اِن لوگوں کے پاس توشہ سامان وغیر کچھ نہ تھا۔

رَمّی میں ایک معمولی خشک مزاج تاجر پر ہمارا گذر ہوا، اُس نے سارے قافلہ کی دعوت کر دی اور ہماری ایک رات کی مہمانی کی۔ دوسرے دن صبح کو وہ میزبان حضرت حاتمؒ سے کہنے لگا کہ یہاں ایک عالم بیمار ہیں مجھے اُن کی عیادت کو اس وقت جانا ہے اگر آپ کی رغبت ہو تو آپ بھی چلیں۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت تو ثواب ہے اور عالم کی تو زیارت بھی عبادت ہے۔ میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا۔ یہ بیمار عالم اُس موضع کے قاضی شیخ محمد بن مقاتلؒ تھے، جب اُن کے مکان پر پہنچے تو حضرت حاتمؒ سوچ میں پڑ گئے کہ اللہ اکبر، ایک عالم کا مکان اور ایسا اونچا محل۔ غرض ہم نے حاضری کی اجازت منگائی اور جب اندر داخل ہوئے تو وہ اندر سے بھی نہایت خوشنما، نہایت وسیع پاکیزہ تھا، جگہ جگہ پردے لٹک رہے تھے۔ حضرت حاتمؒ اِن سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے اور سوچ میں پڑے ہوئے تھے۔ اِتنے میں ہم قاضی صاحب کے قریب پہنچے تو وہ ایک نہایت نرم بستر پر آرام کر رہے تھے۔ ایک غلام اُن کے سرہانے پنکھا جھل رہے تھے، وہ تاجر تو سلام کر کے اُن کے پاس بیٹھ گئے اور مزاج پرسی کی۔ حاتمؒ کھڑے رہے۔ قاضی صاحبؒ نے اُن کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اُنہوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ قاضی صاحبؒ نے پوچھا آپ کو کچھ کہنا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا ہاں ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہو۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں (غلاموں نے قاضی صاحبؒ کو سہارا دے کر اُٹھایا کہ خود اُٹھنا مشکل تھا) وہ بیٹھ گئے۔ حضرت حاتمؒ نے پوچھا کہ آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ اُنہوں نے فرمایا معتبر علماء سے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ اُن علماء نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ اُنہوں نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے۔ حضرت حاتمؒ نے پوچھا کہ صحابۂ کرامؓ نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحبؒ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت حاتمؒ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: حضرت جبرئیلؑ سے۔ حضرت حاتمؒ: حضرت جبرئیلؑ نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحبؒ: اللہ تعالیٰ شانہٗ سے۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ جو علم حضرت جبرئیلؑ نے

حق تعالیٰ شانہٗ سے لے کر حضور (ﷺ) تک پہنچایا اور حضور (ﷺ) نے صحابہؓ کو عطا فرمایا اور صحابہؓ نے معتبر علماء کو اور اُن کے ذریعہ سے آپ تک پہنچا اُس میں کہیں یہ بھی وارد ہے کہ جس شخص کا جس قدر مکان اُونچا اور بڑا ہوگا اُس کا اُتنا ہی درجہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں زیادہ ہوگا۔ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں یہ اُس علم میں نہیں آیا۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا، اگر یہ نہیں تو پھر اُس علم میں کیا آیا ہے؟ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس میں یہ آیا ہے کہ جو شخص دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت میں رغبت رکھتا ہو، فقراء کو محبوب رکھتا ہو، اپنی آخرت کے لئے اللہ کے یہاں ذخیرہ بھیجتا رہتا ہو وہ شخص حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں صاحبِ مرتبہ ہے۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ پھر آپ نے کس کا اتباع اور پیروی کی؟ حضورؐ کی، حضورؐ کے صحابہؓ کی، متقی علماء کی یا فرعون اور نمرود کی؟ اے بُرے عالمو! تم جیسوں کو جاہل دنیادار، جو دنیا کے اوپر اوندھے گرنے والے ہیں دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ جب عالموں کا یہ حال ہے تو ہم تو ان سے زیادہ بُرے ہوں گے ہی۔

یہ کہہ کر حضرت حاتمؒ تو واپس چلے گئے اور قاضی صاحبؒ کے مرض میں اس گفتگو کی وجہ سے اور بھی زیادہ اضافہ ہوگیا۔ لوگوں میں اسکا چرچا ہوا تو کسی نے حضرت حاتمؒ سے کہا کہ طنافسیؒ، جو قزوین میں رہتے ہیں (قزوین رَیٔ سے ستائیس فرسخ یعنی اکیاسی میل ہے) وہ ان سے بھی زیادہ رئیسانہ شان سے رہتے ہیں۔ حضرت حاتمؒ (ان کو نصیحت کرنے کے ارادہ سے چل دیے) جب اُن کے پاس پہنچے تو کہا کہ ایک عجمی آدمی ہے (جو عرب کا رہنے والا نہیں ہے) آپ سے یہ چاہتا ہے کہ آپ اُس کو دین کی بالکل ابتداء سے یعنی نماز کی کنجی وضوء سے تعلیم دیں۔ طنافسیؒ نے کہا بڑے شوق سے۔ یہ کہکر طنافسیؒ نے وضو کا پانی منگایا اور طنافسیؒ نے وضو کر کے بتایا کہ اِس طرح وضو کیا جاتا ہے۔ حضرت حاتمؒ نے اُن کے وضو کے بعد کہا کہ میں آپ کے سامنے وضو کرلوں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ طنافسیؒ وضو کی جگہ سے اُٹھ گئے اور حضرت حاتمؒ نے بیٹھ کر وضو کرنا شروع کیا اور دونوں ہاتھوں کو چار چار مرتبہ دھویا۔ طنافسیؒ نے کہا کہ یہ اِسراف ہے، تین تین مرتبہ دھونا چاہئے۔ حضرت حاتمؒ نے کہا، سبحان اللہ العظیم

میرے ایک چلو پانی میں تو اِسراف ہو گیا اور سب کچھ جو ساز و سامان میں تمہارے پاس دیکھ رہا ہوں اُس میں اِسراف نہ ہوا، جب طنافسیؒ کو خیال ہوا کہ ان کا مقصد سیکھنا نہیں تھا بلکہ یہ غرض تھی۔ اس کے بعد جب بغداد پہنچے اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو اُن کے احوال کا علم ہوا تو وہ اُن سے ملنے کے لئے تشریف لائے اور اُن سے دریافت فرمایا کہ دنیا سے سلامتی کی کیا تدبیر ہے؟ حاتمؒ نے فرمایا کہ دنیا سے اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے جب تک تم میں چار چیزیں نہ ہوں۔ (۱) لوگوں کی جہالت سے درگذر کرتے رہو۔ (۲) خود اُن کے ساتھ کوئی حرکت جہالت کی نہ کرو۔ (۳) تمہارے پاس جو چیز ہو ان پر خرچ کرو۔ (۴) اُن کے پاس جو چیز ہو اس کی امید نہ رکھو۔

اس کے بعد جب حضرت حاتمؒ مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے لوگ خبر سُن کر اُن کے پاس ملنے کے لئے جمع ہو گئے۔ اُنہوں نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے۔ کہنے لگے کہ اس میں حضورؐ کا محل کونسا تھا، میں بھی وہاں جا کر دوگانہ ادا کروں گا؟ لوگوں نے کہا کہ حضور (ﷺ) کا تو محل نہیں تھا بہت مختصر مکان تھا جو بہت نیچا تھا۔ کہنے لگے کہ صحابۂ کرامؓ کے محل کہاں کہاں ہیں مجھے وہی دکھادو۔ لوگوں نے کہا کہ صحابہؓ کے بھی محل نہیں تھے انکے بھی چھوٹے چھوٹے مکانات زمین سے لگے ہوئے تھے۔ حاتمؒ نے کہا پھر یہ تو شہر فرعون کا شہر ہے۔ لوگوں نے اُن کو پکڑ لیا (کہ یہ تو مدینہ منورہ کی توہین کرتا ہے اور حضورؐ کے شہر کو فرعون کا شہر بتاتا ہے) اور پکڑ کر امیر مدینہ کے پاس لے گئے کہ یہ عجمی شخص مدینۂ طیبہ کو فرعون کا شہر بتاتا ہے۔ امیر نے اُن سے معلوم کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں پوری بات سن لیں۔ میں ایک عجمی آدمی ہوں، میں جب اس شہر میں داخل ہوا تو میں نے پوچھا کہ یہ کس کا شہر ہے؟ پھر پورا قصہ اپنے سوال و جواب کا سنا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں یہ فرمایا ہے:

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ الآية. (احزاب۔ ع ۳)

ترجمہ: تم لوگوں کے واسطے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو (یعنی کامل مومن ہو) غرض ایسے شخص کے لئے رسول اللہ (ﷺ) کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے (یعنی ہر بات میں یہ دیکھنا چاہئے کہ حضورؐ کا کیا معمول تھا اور اُس کا اتباع کرنا چاہئے)۔

پس اب تم ہی بتاؤ کہ تم نے یہ حضورؐ کا اتباع کر رکھا ہے یا فرعون کا؟ اس پر لوگوں نے اُن کو چھوڑ دیا۔

یہاں ایک بات قابلِ لحاظ ہے کہ مباح چیزوں کے ساتھ لذت حاصل کرنا یا اُن کی وسعت حرام یا ناجائز نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اُن کی کثرت سے اُن چیزوں کے ساتھ اُنس پیدا ہوتا ہے، اُن چیزوں کی محبت دل میں ہو جاتی ہے اور پھر اُن کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے اور اُن کے فراہم کرنے کے لئے اسباب تلاش کرنا پڑتے ہیں، پیداوار اور آمدنی کے بڑھانے کی فکر ہوتی ہے اور جو شخص روپیہ بڑھانے کی فکر میں لگ جاتا ہے اُس کو دین کے بارے میں مداہنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ اِس میں بسا اوقات گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت بھی آجاتی ہے، اگر دنیا میں گھسنے کے بعد اُس سے محفوظ رہنا آسان ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اہتمام سے دنیا سے بے رغبتی پر تنبیہ نہ فرماتے اور اتنی شدّت سے اُس سے خود نہ بچتے کہ نقشین کُرتا بھی بدنِ مبارک پر سے اُتار دیا۔

یحییٰ بن یزید نوفلیؒ نے حضرت امام مالکؒ کو ایک خط لکھا جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ باریک کپڑا پہنتے ہیں اور پتلی روٹی استعمال کرتے ہیں اور نرم بستر پر آرام کرتے ہیں۔ دربان بھی آپ نے مقرر کر رکھا ہے۔ حالانکہ آپ اونچے علماء میں ہیں، دور دور سے لوگ سفر کر کے آپ کے پاس علم سیکھنے کے لئے آتے ہیں، آپ امام ہیں، مقتدا ہیں، لوگ آپ کا اتباع کرتے ہیں۔ آپ کو بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ محض مخلصانہ یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اس خط کی خبر نہیں۔ فقط والسلام۔

حضرت امام مالکؒ نے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ تمہارا خط پہنچا جو میرے لئے نصیحت نامہ، شفقت نامہ اور تنبیہ تھی۔ حق تعالیٰ شانہٗ تقوی کے ساتھ تمہیں متنفع فرمائے اور اس نصیحت کی جزائے خیر عطا فرمائے اور مجھے حق تعالیٰ شانہٗ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ خوبیوں پر عمل اور برائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہوسکتا ہے، جو امور تم نے ذکر کئے یہ صحیح ہیں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے (لیکن یہ سب چیزیں جائز ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الاية (اعراف۔ ع۴) آپ یہ کہہ دیجئے کہ ”(یہ بتلاؤ) کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت (کپڑوں وغیرہ)' کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا؟“ اِس کے بعد تحریر فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ ان امور کا اختیار نہ کرنا اختیار کرنے سے اولیٰ اور بہتر ہے۔ آئندہ بھی اپنے گرامی ناموں سے مجھے مشرف کرتے رہیں میں بھی خط لکھتا رہوں گا۔ فقط والسلام۔

کتنی لطیف بات امام مالکؒ نے اختیار فرمائی کہ جواز کا فتویٰ بھی تحریر فرمادیا اور اس کا اقرار بھی فرمالیا کہ واقعی زیادہ بہترین ان امور کا ترک ہی تھا۔

(۵) سلاطین اور حکّام سے دور ہو:

پانچویں علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ سلاطین اور حکّام سے دور رہیں (بلا ضرورت) اُن کے پاس ہرگز نہ جائیں بلکہ وہ خود بھی آئیں تو ملاقات کم رکھیں۔ اِس لئے کہ اُن کے ساتھ میل جول اُن کی خوشنودی اور رضا جوئی میں تکلف برتنے سے خالی نہ ہوگا۔ وہ لوگ اکثر ظالم اور ناجائز امور کا ارتکاب کرنے والے ہوتے ہیں۔ جس پر انکار کرنا ضروری ہے اُن کے ظلم کا اظہار اُن کے ناجائز فعل پر تنبیہ کرنا ضروری ہے اور اُس پر سکوت دین میں مداہنت ہے اور اگر اُن کی خوشنودی کے لئے اُن کی تعریف کرنا پڑے تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ اور اُن کے مال کی طرف اگر طبیعت کو میلان ہو اور طمع ہوئی تو ناجائز ہے۔ بہرحال اُن کا اختلاط بہت سے مفاسد کی کنجی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ

سخت مزاج ہو جاتا ہے اور جو شکار کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ (سب چیز سے) غافل ہو جاتا ہے اور جو بادشاہ کے پاس آمد و رفت شروع کر دے وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو فتنوں کی جگہ کھڑے ہونے سے بچاؤ۔ کسی نے پوچھا کہ فتنوں کی جگہ کون سی ہیں؟ فرمایا: امراء کے دروازے، کہ اُن کے پاس جا کر اُن کی غلط کاریوں کی تصدیق کرنی پڑتی ہے اور (اُن کی تعریف میں) ایسی باتیں کہنی پڑتی ہیں جو اُن میں نہیں ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بدترین علماء وہ ہیں جو حکّام کے یہاں حاضری دیں اور بہترین حاکم وہ ہیں جو علماء کے یہاں حاضر ہوں۔ حضرت سمنونؒ (جو حضرت سرّی سقطیؒ کے اصحاب میں ہیں) کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تھا کہ جب تم کسی عالم کو سنو کہ وہ دنیا کی محبت رکھتا ہے تو اُس شخص کو اپنے دین کے بارہ میں متہم سمجھو۔ میں نے اِس کا خود تجربہ کیا، جب بھی میں بادشاہ کے یہاں گیا تو واپسی پر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو اُس پر میں نے ایک وبال پایا حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ میں سخت گفتگو کرتا ہوں اور اُن کی رائے کا سختی سے خلاف کرتا ہوں، وہاں کی کسی چیز سے منتفع نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہاں کا پانی بھی نہیں پیتا ہمارے علماء، بنو اسرائیل کے علماء سے بھی بُرے ہیں کہ وہ حکّام کے پاس جا کر اُن کو گنجائش بتاتے ہیں، اُنکی خوشنودی کی فکر کرتے ہیں۔ اگر وہ اُن سے اُنکی ذمہ داریاں صاف صاف بتائیں تو وہ لوگ ان کا جانا بھی گراں سمجھنے لگیں۔ اور یہ صاف صاف کہنا اِن علماء کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نجات کا سبب بن جائے۔ علماء کا، سلاطین کے یہاں جانا ایک بہت بڑا فتنہ ہے اور شیطان کے اغواء کرنے کا ذریعہ ہے، بالخصوص جس کو بولنا اچھا آتا ہو اس کو شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ تیرے جانے سے اُن کی اصلاح ہوگی، وہ اس کی وجہ سے ظلم سے بچیں گے اور دین کے شعائر کی حفاظت ہوگی، حتّٰی کہ آدمی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اُن کے پاس جانا بھی کوئی دینی چیز ہے، حالانکہ اُن کے پاس جانے سے اُن کی دلداری میں مداہنت کی باتیں کرنا اور ان کی بیجا تعریفیں کرنا پڑتی ہیں جس میں دین کی ہلاکت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت حسن بصریؒ کو لکھا کہ مجھے ایسے مناسب لوگوں کا

پتہ بتاؤ جن سے میں اپنی اس (خلافت کے) کام میں مدد لوں۔ حضرت حسنؒ نے (جواب میں) لکھا کہ "اہل دین تو تم تک نہ آئیں گے اور دنیا داروں کو تم اختیار نہ کرو گے (اور نہ کرنا چاہئے یعنی حریص طماع لوگوں کو کہ وہ اپنے لالچ میں کام خراب کر دیں گے) اس لئے شریف النسب لوگوں سے کام لو، اِس لئے کہ اُن کی قومی شرافت اُن کو اِس بات سے روکے گی کہ وہ اپنی نسبی شرافت کو خیانت سے گندہ کریں۔" یہ جواب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا جن کا زہد و تقویٰ، عدل و انصاف، ضرب المثل ہے حتیٰ کہ وہ عُمرِ ثانی کہلاتے ہیں۔ یہ امام غزالیؒ کا ارشاد ہے لیکن اِس ناکارہ کے خیال میں اگر کوئی دینی مجبوری ہو تو اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں بلکہ بسا اوقات دینی مصالح اور ضرورتوں کا تقاضا جانا ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اپنی ذاتی غرض، ذاتی نفع، مال و جاہ کمانا مقصود نہ ہو بلکہ صرف مسلمانوں کی ضرورت ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔ (بقرہ۔ ع۲۷) "اور اللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں۔"

(۶) فتویٰ صادر کرنے میں جلدی نہ کرے:

چھٹی علامت علماء آخرت کی یہ ہے کہ فتویٰ صادر کر دینے میں جلدی نہ کرے، مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط کرے حتی الوسع اگر کوئی دوسرا اہل ہو تو اُس کے حوالہ کر دے۔ ابو حفص نیساپوریؒ کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے کہ جو مسئلہ کے وقت اِس سے خوف کرتا ہو کہ کل کو قیامت میں یہ جواب دہی کرنا پڑے گی کہ کہاں سے بتایا تھا؟

بعض علماء نے کہا ہے کہ صحابۂ کرامؓ چار چیزوں سے بہت احتراز کرتے تھے۔ (۱) امامت کرنے سے۔ (۲) وصی بننے سے (یعنی کسی کی وصیت میں مال وغیرہ تقسیم کرنے سے)۔ (۳) امانت رکھنے سے۔ (۴) فتویٰ دینے سے۔ اور اُن کا خصوصی مشغلہ پانچ

چیزیں تھیں۔(۱) قرآن پاک کی تلاوت۔(۲) مساجد کا آباد کرنا۔(۳) اللہ تعالیٰ کا ذکر (۴) اچھی باتوں کی نصیحت کرنا۔(۵) بری باتوں سے روکنا۔ابنِ حصینؒ کہتے ہیں کہ بعض آدمی ایسی جلدی فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ وہ مسئلہ اگر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوتا تو سارے بدر والوں کو اکھٹا کر کے مشورہ کرتے۔حضرت انسؓ اتنے جلیل القدر صحابی ہیں کہ دس برس حضورؐ کی خدمت کی۔جب ان سے مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے کہ مولانا الحسنؒ سے دریافت کرو (یہ حضرت حسن بصریؒ مشہور فقہاء اور مشہور صوفیہ میں ہیں اور تابعی ہیں۔حضرت انسؓ باوجود صحابی ہونے کے ان تابعی کا نام بتاتے) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب مسئلہ دریافت کیا جاتا (حالانکہ وہ مشہور صحابی اور رئیس المفسرین ہیں) تو فرماتے کہ جابر بن زیدؒ (جو اہلِ فتویٰ تابعی ہیں) سے دریافت کرو۔اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ خود بڑے مشہور فقیہ صحابہؓ ہیں حضرت سعید بن المسیبؒ (تابعی) پر حوالہ فرما دیتے۔

(۷) اُس کو باطنی علم یعنی سلوک کا اہتمام بہت زیادہ ہو:

ساتویں علامت علماء آخرت کی یہ ہے کہ اُس کو باطنی علم یعنی سلوک کا اہتمام بہت زیادہ ہو۔اپنی اصلاحِ باطن اور اصلاحِ قلب میں بہت زیادہ کوشش کرنے والا ہو کہ یہ علوم ظاہر یہ میں بھی ترقی کا ذریعہ ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اپنے علم پر عمل کرے، حق تعالیٰ شانہٗ اُس کو ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جو اُس نے نہیں پڑھیں۔پہلے انبیاء کی کتابوں میں ہے کہ "اے بنی اسرائیل! تم یہ مت کہو کہ علوم آسمان پر ہیں، اُن کو کون اُتارے، یا وہ زمین کی جڑوں میں ہیں اُن کو کون اُوپر لائے، یا وہ سمندروں کے پار ہیں، کون اُن پر گذرے تا کہ اُن کو لائے۔علوم تمہارے دلوں کے اندر ہیں، تم میرے سامنے روحانی ہستیوں کے آداب کے ساتھ رہو، صدیقین کے اخلاق اختیار کرو، میں تمہارے دلوں میں سے علوم کو ظاہر کر دوں گا۔یہاں تک کہ وہ علوم تم کو گھیر لیں گے اور تم کو ڈھانک لیں گے۔اور تجربہ بھی اِس کا شاہد ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالیٰ شانہٗ وہ علوم اور معارف عطا فرماتے ہیں کہ کتابوں میں تلاش سے بھی نہیں ملتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے، جس کو حق تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں کہ میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ساتھ مجھ سے تقرب حاصل نہیں کر سکتا جو مجھے زیادہ محبوب ہو، اُن چیزوں سے جو میں نے اُس پر فرض کیں (جیسا کہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ) یعنی جتنا تقرب فرائض کے اچھی طرح ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے ایسا تقرب دوسری چیزوں سے نہیں ہوتا، اور بندہ نوافل کے ساتھ بھی میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اُس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو پورا کرتا ہوں اور وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔

یعنی اس کا چلنا پھرنا دیکھنا سننا سب کام میری رضا کے مطابق ہو جاتے ہیں۔ اور بعض حدیثوں میں اِس کے ساتھ یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے اعلانِ جنگ کرتا ہے۔ اور چونکہ اولیاء اللہ کا غور و فکر سب ہی حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے اسی وجہ سے قرآن پاک کے دقیق علوم اُن کے قلوب پر منکشف ہو جاتے ہیں اُس کے اسرار اُن پر واضح ہو جاتے ہیں، بالخصوص ایسے لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر کے ساتھ ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور ہر شخص کو اُس میں سے حسب توفیق اُتنا حصہ ملتا ہے جتنا کہ عمل میں اُس کا اہتمام اور اُس کی کوشش ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک بڑی طویل حدیث میں علمائے آخرت کا حال بیان فرمایا ہے، جس کو ابن قیمؒ نے مفتاح دار السعادۃ میں اور ابو نعیم نے حِلیہ میں ذکر فرمایا ہے، اسمیں فرماتے ہیں کہ "قلوب بمنزلہ برتن کے ہیں اور بہترین قلوب وہ ہیں جو خیر کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہیں۔ علم کا جمع کرنا مال کے جمع کرنے سے بہتر ہے کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تجھ کو حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ مال کا نفع اس کے زائل ہونے (خرچ

کرنے) سے ختم ہو جاتا ہے لیکن علم کا نفع ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ (عالم کے انتقال سے بھی ختم نہیں ہوتا کہ اس کے ارشادات باقی رہتے ہیں)'' پھر حضرت علیؓ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ ''میرے سینے میں علوم ہیں کاش اِس کے اہل ملتے، مگر میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو دین کے اسباب کو دنیا طلبی میں خرچ کرتے ہیں۔ یا ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو لذّتوں میں منہمک ہیں، شہوتوں کی طلب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، یا مال کے جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں''۔ غرض یہ طویل مضمون ہے جس کے چند فقرے یہاں نقل کئے ہیں۔

(۸) اُس کا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو:

آٹھویں علامت یہ ہے کہ اُس کا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو اور اِس کا بہت زیادہ اہتمام اُس کو ہو۔ یقین ہی اصلی رأس المال ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یقین ہی پورا ایمان ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یقین کو سیکھو۔ اور اِس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یقین والوں کے پاس اہتمام سے بیٹھو، اُن کا اتباع کرو تا کہ اُس کی برکت سے تم میں یقین کی پختگی پیدا ہو۔ اُس کو حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ اور صفات کا ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ چاند، سورج کے وجود کا۔ وہ اس کا کامل یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز کا کرنے والا صرف وہی ایک پاک ذات ہے اور یہ دنیا کے سارے اسباب اُس کے ارادہ کے ساتھ مسخر ہیں جیسا کہ مارنے والے کے ہاتھ میں لکڑی کو کوئی شخص بھی دخیل نہیں سمجھتا اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو اُس کو توکل، رضا اور تسلیم سہل ہو جائے گی۔ نیز اُس کو اِس کا پختہ یقین ہو کہ روزی کا ذمہ صرف اللہ جل شانہٗ کا ہے اور اس نے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے جو اُس کے مقدر میں ہے وہ اُس کو بہر حال مل کر رہے گا اور جو مقدر میں نہیں ہے وہ کسی حال بھی نہ مل سکے گا اور جب اس کا یقین پختہ ہو جائے گا تو روزی کی طلب میں اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ حرص اور طمع جاتی رہے گی، جو چیز میسر نہ ہوگی اُس پر رنج نہ ہوگا۔ نیز اُس کو اِس کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہر بھلائی اور برائی کا ہر وقت دیکھنے والا ہے، ایک ذرّہ کے برابر کوئی نیکی یا برائی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم

میں ہے اور اُس کا بدلہ نیک یا بد ضرور ملے گا، وہ نیک کام کے کرنے پر ثواب کا ایسا ہی یقین رکھتا ہو جیسا کہ روٹی کھانے سے پیٹ بھرنا اور بُرے کام پر عذاب کو ایسا ہی یقینی سمجھتا ہو جیسا کہ سانپ کے کاٹنے سے زہر کا چڑھنا (وہ نیکی کی طرف ایسا ہی مائل ہو جیسا کہ کھانے پینے کی طرف۔ اور گناہ سے ایسا ہی ڈرتا ہو جیسا کہ سانپ بچھو سے) اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو ہر نیکی کے کمانے کی اُس کو پوری رغبت ہوگی اور ہر برائی سے بچنے کا پورا اہتمام ہوگا۔

(۹) اُس کی ہر حرکت وسکون سے اللہ جل شانہٗ کا خوف ٹپکتا ہو:

نویں علامت یہ ہے کہ اُس کی ہر حرکت وسکون سے اللہ جل شانہٗ کا خوف ٹپکتا ہو، اُس کی عظمت وجلال اور ہیبت کا اثر اُس شخص کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا ہو، اُس کے لباس سے، اُس کی عادات سے، اُس کے بولنے سے، اُس کے چپ رہنے سے، حتیٰ کہ ہر حرکت اور سکون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو، اُس کی صورت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی یاد تازہ ہوتی ہو، سکون، وقار، مَسکنت، تواضع اُس کی طبیعت بن گیا ہو، بیہودہ گوئی، لغو کلامی تکلف سے باتیں کرنے سے گریز کرتا ہو، کہ یہ چیزیں فخر اور اکڑ کی علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے بے خوفی کی دلیل ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور وقار سیکھو، جس سے علم حاصل کرو اُس کے سامنے نہایت تواضع سے رہو، جابر علماء میں سے نہ بنو۔

حضور (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کے بہترین افراد وہ ہیں جو مجمع میں اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت سے خوش رہتے ہوں اور تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے روتے ہوں، اُن کے بدن زمین پر رہتے ہوں اور ان کے دل آسمان کی طرف لگے رہتے ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ناجائز امور سے بچنا، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ذکر سے تیری زبان تر وتازہ رہے۔ کسی نے پوچھا کہ بہترین ساتھی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ اگر تو نیک کام سے غفلت کرے تو وہ تجھے متنبہ کر دے اور اگر تجھے خود یاد ہو تو اس میں تیری اعانت کرے۔

کسی نے پوچھا کہ بُرا ساتھی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ اگر تجھے نیک کام سے غفلت ہو تو وہ متنبہ نہ کرے اور تو خود کرنا چاہے تو اسمیں تیری اعانت نہ کرے۔ کسی نے پوچھا کہ سب سے بُرا عالم کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ڈرنے والا ہو۔ کسی نے پوچھا کہ ہم کن لوگوں کے پاس زیادہ تر اپنی نشست رکھیں؟ حضورؐ نے فرمایا جن کی صورت سے اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔

حضور (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ آخرت میں زیادہ بےفکر وہ شخص ہوگا جو دنیا میں فکرمند رہا ہو اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ رونے والا ہو۔

(۱۰) اُس کا زیادہ اہتمام اُن مسائل سے ہو جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں:

دسویں علامت یہ ہے کہ اُس کا زیادہ اہتمام ان مسائل سے ہو جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں، جائز ناجائز سے تعلق رکھتے ہیں، فلاں عمل کرنا ضروری، فلاں عمل سے بچنا ضروری ہے، اِس چیز سے فلاں عمل ضائع ہو جاتا ہے (مثلاً فلاں چیز سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، مسواک کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ) ایسے علوم سے زیادہ بحث نہ کرتا ہو جو محض دماغی تفریحات ہوں تاکہ لوگ اُس کو محقق سمجھیں، حکیم اور فلاسفر سمجھیں۔

(۱۱) اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا ہو:

گیارہویں علامت یہ ہے کہ اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا محض لوگوں کی تقلید میں اور اتباع میں اُن کا قائل نہ بن جائے، اصل اتباع حضور اقدس (ﷺ) کے پاک ارشادات کا ہے اور اِسی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اتباع ہے کہ وہ حضور اقدس (ﷺ) کے افعال کو دیکھنے والے ہیں اور جب اصل اتباع حضورؐ کا ہے تو حضورؐ کے اقوال و افعال کے جمع کرنے میں، اُن پر غور و فکر میں بہت زیادہ اہتمام کرے۔

(۱۲) بدعات سے بہت شدّت اور اہتمام سے بچتا ہو:

بارہویں علامت یہ ہے کہ وہ بدعات سے بہت شدّت اور اہتمام سے بچتا ہو، کسی کام پر آدمیوں کی کثرت کا جمع ہو جانا کوئی معتبر چیز نہیں ہے بلکہ اصل اتباع حضورؐ کا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ صحابۂ کرامؓ کا کیا معمول رہا ہے اور اِس کے لئے اُن حضرات کے معمولات اور احوال کا تتبع اور تلاش کرنا اور اُس میں منہمک رہنا ضروری ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ ''دو شخص بدعتی ہیں جنہوں نے اسلام میں دو بدعتیں جاری کیں۔ ایک وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دین وہ ہے جو اُس نے سمجھا ہے اور جو اُس کی رائے کی موافقت کرتا ہے وہی ناجی ہے، دوسرا وہ شخص جو دنیا کی پرستش کرتا ہے، اُسی کا طالب ہے، دنیا کمانے والوں سے خوش ہوتا ہے اور جو دنیا نہ کمائے اُس سے خفا ہوتا ہے۔ اِن دونوں آدمیوں کو جہنم کے لئے چھوڑ دو اور جس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اِن دونوں سے محفوظ رکھا ہو وہ پہلے اکابر کا اتباع کرنے والا ہے، اُن کے احوال اور طریقہ کی پیروی کرنے والا ہے، اُس کے لئے انشاء اللہ بہت بڑا اجر ہے''۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ ''تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اس وقت خواہشات علم کے تابع ہیں لیکن عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ علم خواہشات کے تابع ہوگا یعنی جن چیزوں کو اپنا دل چاہے گا وہی علوم سے ثابت کی جائیں گی''۔ بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں شیطان نے اپنے لشکروں کو چاروں طرف بھیجا وہ سب کے سب پھر پھرا کر نہایت پریشان حال تھکے ہوئے واپس ہوئے، اُس نے پوچھا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے کہ اِن لوگوں نے تو ہم کو پریشان کر دیا، ہمارا کچھ بھی اثر اِن پر نہیں ہوتا، ہم اِن کی وجہ سے بڑی مشقت میں پڑ گئے۔ اُس نے کہا کہ ''گھبراؤ نہیں، یہ لوگ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحبت یافتہ ہیں، اِن پر تمہارا اثر مشکل ہے، عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں، جن سے تمہارے مقاصد پورے ہونگے''۔ اِس کے بعد تابعین کے زمانہ میں اُس نے اپنے لشکروں کو سب طرف پھیلایا، وہ سب کے سب اُس وقت بھی پریشان حال واپس ہوئے۔ اُس نے

پوچھا، کیا حال ہے؟ کہنے لگے کہ اِن لوگوں نے تو ہمیں دق کردیا۔ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں کہ ہماری اغراض اِن سے کچھ پوری ہوجاتی ہیں مگر جب شام ہوتی ہے تو اپنے گناہوں سے ایسی توبہ کرتے ہیں کہ ہمارا سارا کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ گھبراؤ نہیں عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی وہ اپنی خواہشات میں دین سمجھ کر ایسے گرفتار ہونگے کہ اُن کو توبہ کی توفیق نہ ہوگی۔ وہ بددینی کو دین سمجھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد میں شیطان نے اُن لوگوں کے لئے ایسی بدعات نکال دیں جن کو وہ دین سمجھنے لگے اس سے ان کو توبہ کیسے نصیب ہو۔

یہ بارہ علامات مختصر طریقہ سے ذکر کی ہیں جن کو علامہ غزالیؒ نے تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لئے علماء کو اپنے محاسبہ کے دن سے خاص طور سے ڈرنے کی ضرورت ہے کہ اُن کا محاسبہ بھی سخت ہے، اُن کی ذمہ داری بھی بڑھی ہوئی ہے اور قیامت کا دن، جس میں یہ محاسبہ ہوگا بڑا سخت دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ محض اپنے فضل وکرم سے اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے۔

(۷) عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انّ اللّٰہَ تعالیٰ یقول ابن اٰدم تفرغ لعبادتی املأ صدرک غنی واسد فقرک وان لا تفعل ملأت یدک شغلا وَلا اسد فقرک (رواہ احمدو ابن ماجۃ کذا فی المشکوٰۃ وزاد فی الترغیب الترمذی وابن حبّان والحاکم صحّحہ وفی الباب عن عمران وغیرہ فی الترغیب).

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ وعم نوالہٗ کا فرمان ہے کہ اے آدم کی اولاد! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا! میں تیرے سینے کو غِنا سے پُر کردوں گا اور تیرے فقر کو زائل کردوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کریگا تو میں تجھے مشاغل میں پھانس دوں گا اور تیرا فقر زائل نہیں کروں گا۔